

التفسير: مجلس تفسیر، کراچی جلد: ۹، شماره: ۲۵، جنوری تا جون ۲۰۱۵ء

## شرح حدیث کا شرح حدیث میں سبب حدیث سے استفادہ

محمد رمضان نجم باروی

پی ایچ ڈی، شعبہ علوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس

ڈین فیکلٹی آف اسلامک اینڈ انٹرنل لرننگ، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

### Abstract

The main and important source of the Holy Prophet (P.B.U.H) Biography is Hadiths and traditions of the Holy Prophet (P.B.U.H). His companions have narrated Prophet's life with extreme wisdom and farsightedness. While narrating the Holy Prophet (P.B.U.H) traditions, they have described Hadiths without leaving any aspect. It includes His (P.B.U.H) sayings, actions of acceptance or rejection by His quietness, natural or un-natural, perceived or unperceived and all reasonable matters. Even though they have comprehensively covered, all the expressions made during the conversations with all their integrity. His (P.B.U.H) physical gestures during the narration of Hadiths is also a permanent and very important aspects of Biography and principles of Hadiths. Regarding this hundreds of examples are present in the books of Hadiths.

Key words: Hadith, Biography of the Prophet, wisdom

مسلم مفکرین نے فہم حدیث کے لیے متعدد علوم اور طرق کثیرہ تحقیق آشنا کیے ہیں جن کے سبب سے جہاں حدیث صحیح کو سقیم سے ممتاز کرنے میں آسانی ہوتی ہے وہاں اُس کے حقیقی و مرادی معنی کو سمجھنے میں بھی مدد ملتی ہے اور ان کو علوم الحدیث کا نام دیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک علم اسباب و رواد حدیث کا ہے، جس کی جامع تعریف یوں کی جاسکتی ہے ”کُل ما یقتضی

شرح حدیث کا شرح حدیث میں سبب حدیث سے استفادہ

ورودہ من النبى ﷺ قبل الوفاة فى اليقظة اور یہ علوم حدیث میں بہت ہی اہمیت کا حامل ہے جیسا کہ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) نے بیان کیا اور دیگر محدثین نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ (۱)

اس علم کی معرفت کے بہت سارے فوائد ہیں جن سے صرف وہی شخص ناواقف ہو سکتا ہے جو فہم حدیث میں نظر عمیق اور بصیرت سے غافل و متماہل ہو۔ اسباب حدیث سے شرح حدیث نے بے شمار مقامات میں استفادہ کیا ہے اور علمی نکات کا استنباط کیا ہے۔ نیز اسباب حدیث سے اس کی حقیقی مراد کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ ان شرح حدیث نے اسباب کی مدد سے بہت سارے مسائل کا استنباط کرنے کے ساتھ ساتھ ان مختلف ایرادات و اعتراضات سے دفاع بھی کرنے کا اہتمام کیا ہے جو اسباب حدیث سے ناواقف لوگوں کی طرف سے وارد کیے گئے ہیں۔ ایسے لوگ اسباب ورود کا لحاظ نہ کرنے کی وجہ سے قعر خطا میں جا گرتے ہیں جب کہ اسباب حدیث پر نظر رکھنے والے ایسی خطا سے نہ صرف یہ کہ محفوظ رہتے ہیں بلکہ ایسی تعبیر کرتے ہیں جو حق و صواب ہوتی ہے۔

حدیث نبوی چوں کہ وحی کی ایک بنیادی قسم ہے جو تاجدار ختم نبوت ﷺ کے سینہ الم نشرح پر نازل ہوئی ہے جس کا تقاضا ہے کہ اُسے حتی الامکان غلطی سے دور رکھا جائے۔

زیر نظر مضمون میں چند مسئلہ اس بات کی تشریح کے لیے درج کی جائیں گی کہ شرح حدیث نے کس طرح حدیث کی تشریح و تعبیر میں اسباب ورود سے استفادہ و اکتساب کیا ہے۔ اسی طرح وہ مسائل شرعیہ جن کا فقہاء نے سبب حدیث سے استنباط و استخراج کیا ہے اور شرح حدیث نے اُن کو شرح حدیث میں بیان کیا ہے اُن کا بھی ضمناً ذکر کیا جائے گا جس سے تفہیم حدیث میں اسباب حدیث کی اہمیت و افادیت واضح ہو جائے گی۔

## مثال اول

عن سهل بن عبادَةَ رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم ومن نابه شئى فى

صلاته فليسبح فانه اذا سبح التفت إليه وانما التصفيق للنساء (۲)

عراقی (م ۸۰۶ھ) نے کہا ہے کہ فقہاء نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق، امام ابو یوسف، امام اوزاعی، امام ابو ثور اور سلف و خلف کے جمہور علماء علیہم الرحمۃ نے کہا ہے کہ نمازی کو کسی بھی قسم کا کوئی عارضہ یا ضرورت پیش آئے تو وہ تسبیح و تصفیق کر سکتا ہے یعنی اگر مرد ہو تو تسبیح کہے اور اگر عورت ہو تو تصفیق کرے۔ جب کہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد علیہما الرحمۃ نے کہا ہے کہ اگر نمازی نے کسی کے جواب میں کوئی کلمہ کہا یعنی سبحان اللہ وغیرہ تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور اگر نمازی کا ارادہ سبحان اللہ وغیرہ کہنے سے دوسرے کو اپنے نماز میں ہونے کی خبر دینا ہے تو نماز باطل نہ ہوگی۔ طرفین نے حدیث مذکور کو نائب خاص یعنی تسبیح و تصفیق کے ذریعے اپنے نماز میں ہونے خبر دینے پر محمول کیا ہے۔

عراقی نے کہا ہے کہ اس میں اصل عدم تخصیص ہے کیوں کہ اس حدیث میں کمرہ یعنی لفظ ”شیئی“ سیاق شرط یعنی ”

شرح حدیث کا شرح حدیث میں سبب حدیث سے استفادہ

من شرطیہ“ میں واقع ہے، اس لیے یہ عموم کا فائدہ دے گا اور حدیث میں نائب سے مراد وہ نائب بھی ہے جو جواب کا تقاضا کرتا ہے اور وہ بھی جو اعلام کا فائدہ دیتا ہے اور بلا دلیل ان میں سے کسی ایک پر محمول کرنا درست نہیں ہے اور جو واقعہ حدیث کے ورود کا سبب ہے اس میں اعلام نہیں ہے بلکہ اس میں تو جناب ابوبکر صدیق h کو تنبیہ کرنا مقصود تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں۔ اس موقع پر صحابہ کرام z نے تصفیق کے ذریعے جناب صدیق اکبر کو تنبیہ کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ارشاد فرمایا کہ مردوں کے لیے اس موقع پر تسبیح ہے تصفیق نہیں ہے۔

اور اس بات پر اتفاق ہے کہ سبب کا حکم سے نکالنا جائز نہیں ہے اور اسی اصول کے تحت ہمارے اصحاب نے احناف کا رو بھی کیا ہے جہاں احناف نے کہا ہے کہ لوٹڈی فراش نہیں ہوگی اس حدیث کے تحت کہ ”الولد للفراش“ (۳) حالانکہ یہ حدیث لوٹڈی ہی کے بارے میں وارد ہوئی ہے اور اس میں اتفاق ہے کہ سبب حکم سے خارج نہیں ہوتا اور امام احمد علیہ الرحمۃ کا قول بھی امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے مثل ہے۔ (۴)

جب کہ علامہ قسطلانی (م ۹۲۳ھ) نے حدیث مذکور کا سبب ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:

والأصل عدم هذا التخصيص لأنه لكونه في سياق الشرط فتناول كلا منهما (من النائب الخاص والعام) فالحمل على أحدهما من غير دليل لا يصار إليه لا سيما التي هي سبب الحديث لم يكن القصد فيها الا تنبيه الصديق رضي الله عنه على حضوره صلی اللہ علیہ وسلم، فارشدهم إلى انه كان حقهم عند هذا النائب التسييح ولو خالف الرجل المشروع في حقه وصفق لم تبطل صلاته لان الصحابة عليهم الرضوان صفقوا في صلاتهم ولم يأمرهم النبي صلی اللہ علیہ وسلم بالاعادة لكن ينبغي ان يقيد بالقليل، فلو فعل ذلك ثلاث مرات متواليات بطلت صلاته لانه ليس ما ذونا فيه (۵)

اصل میں یہاں عدم تخصیص ہے کیوں کہ وہ سیاق شرط ہونے کی وجہ سے عام ہے، اس لیے (نائب خاص و عام) دونوں کو شامل ہے تو بلا دلیل کسی ایک پر محمول کرنا درست نہیں ہے خصوصاً جو سبب حدیث ہے وہ جناب ابوبکر h کی آمد کی خبر دینا ہے اور آپ نے ان کو بتایا کہ ان کا حق تصفیق نہیں تسبیح ہے تو اگر کوئی شخص اپنے حق میں اس مشروع حق کی مخالفت کرے گا تو اس کی نماز باطل نہ ہوگی کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام z کو تصفیق کا عمل کرنے پر نماز لوٹانے کا حکم نہیں فرمایا لیکن اسے عمل قلیل پر متعید کرنا مناسب ہوگا اگر کوئی شخص لگا تار تین مرتبہ تصفیق کا عمل کرے گا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی کیوں کہ نماز میں عمل کثیر کی اجازت نہیں ہے۔

اس جگہ غور کیا جائے تو علامہ قسطلانی علیہ الرحمۃ نے جمہور کے قول کو ترجیح دی ہے اور اس پر سبب حدیث سے تائید پیش کی ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہم حدیث اور حدیث سے اخذ مسائل میں سبب ورود کی اہمیت شرح حدیث کے ہاں مسلم ہے اور وہ تشریح حدیث نیز حکم حدیث یا اس سے اخذ حکم میں اس کو پیش نظر رکھتے ہیں اور حکم کی تخصیص و تعیم کا حکم بھی ثابت کرنے کے لیے سبب حدیث سے مدد لیتے ہیں۔ اگرچہ احناف کے دلائل بھی قوی اور مضبوط ہیں لیکن یہ مقام تفصیل کا متحمل نہیں ہے۔

شرح حدیث کا شرح حدیث میں سبب حدیث سے استفادہ

## دوسری مثال

عن أبي هريرة رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال: والذي نفسي بيده لقد صممت ان امر يحطّب فيحطّب ثم امر بالصلاة فيؤذن لها، ثم امر رجلاً فيؤم الناس، ثم اخالف الى رجال فاحرق عليهم بيوتهم، والذي نفسي بيده لو يعلم احدكم انه يجد عرقاً سميناً أو مرامتين حسنتين لشهدا العشاء (۲)

حدیث مذکور کے تحت ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ (م ۸۵۲ھ) نے فتح الباری میں لکھا ہے:

وزاد مسلم في أوله انه صلى الله عليه وسلم فقد ناساً في بعض الصلوات فقال لقد صممت، فافاد ذكر سبب الحديث (۷)

تو ابن حجر علیہ الرحمۃ نے مسلم کے حوالہ سے سبب حدیث کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس سے شرح حدیث میں استفادہ کیا جائے اور حدیث کا سیاق و سباق معلوم کر کے اس کے متعلق فقہی آراء قائم کی جائیں یا فقہی آراء کا جائزہ لیا جائے۔

## تیسری مثال

عن أنس رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال: لا تواصلوا قالوا: انك تواصل؟ قال: لست كاحد منكم، اني اطعم وأسقي أو ابیت اطعم واسقي (۸)

حدیث مذکور کا سبب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وصال کے روزے رکھے، صحابہ کرام نے بھی آپ کو دیکھ کر یہ روزے رکھنا شروع کر دیئے جو ان پر شاق گزرے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم وصال کے روزے نہ رکھو، صحابہ کرام نے عرض کیا کہ آپ بھی تو رکھتے ہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہاری طرح نہیں ہوں میں تو اپنے رب کے حضور رات میں بسر کرتا ہوں تو وہ مجھے کھلا پلا دیتا ہے۔ (۹)

اس سبب سے محدثین، شرح حدیث اور فقہاء نے یہ استفادہ کیا ہے کہ وصال کے روزے نبی کریم ﷺ کی خصوصیت ہے جب کہ بعض علماء نے سبب ہی سے یہ استفادہ کیا ہے کہ اس ممانعت کی ایک وجہ ہے اور وہ وجہ سیدہ عائشہؓ سے بطریق عبدہ بن سلیمان عن ہشام بن عروہ عن ابیہ مروی ہے کہ:

نهی رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عن الوصال رحمة لهم، فقالوا: انك تواصل؟ قال: اني لست كهيتكم اني يطعمني ربي ويسقيني (۱۰)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ ممانعت اس وجہ سے نہیں کہ یہ آپ کی خصوصیت ہے بلکہ اس لیے ہے کہ اس میں صحابہ کے لیے مشقت ہے۔

ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ نے کہا، اس روایت میں بیان سبب کی طرف اشارہ ہے اور اس مشقت کی بھی تائید ہے جو اس سے ماقبل کی روایت میں ہے جو بطریق جویریہ عن نافع مروی ہے:

شرح حدیث کا شرح حدیث میں سبب حدیث سے استفادہ

ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصل فواصل الناس فشق علیہم فنہامہم (۱۱)  
توان دونوں روایتوں سے ثابت ہوا کہ یہ ممانعت خصوصیت کی وجہ سے نہیں بلکہ مشقت کی وجہ سے ہے۔ اس لیے وصال کے روزے مطلقاً ممنوع محظور نہیں ہیں اور یہی بعض حضرات علماء کا قول ہے۔

پھر فریق اول میں اختلاف ہے کہ ممانعت تحریم کی ہے یا کراہت کی اور اطلاق و تنقید میں بھی اختلاف ہے یعنی بعض نے کہا کہ مطلقاً ممنوع ہے چاہے مشقت ہو چاہے نہ ہو جب کہ بعض نے کہا کہ اگر مشقت ہو تو ممنوع ہے ورنہ ممنوع نہیں کیوں کہ بعض صحابہ کرام نے وصال کے روزے رکھے ہیں جیسے عبداللہ بن زبیر، اخت ابوسعید اور تابعین میں سے عبدالرحمن بن ابی نعیم، عامر بن عبداللہ بن زبیر، ابراہیم بن تیمی اور ابوالجوزاء وغیرہم۔ (۱۲)  
اس تفصیل سے مصرح ہوتا ہے کہ سبب ورود فہم حدیث، استنباط احکام اور تعبیر و تشریح میں معین و مددگار ہے۔

### چوتھی مثال

فمن كانت هجرته إلى دنيا يصيبها أو امرأة ينكحها. (۱۳)  
اس میں دنیا کے ذکر کے بعد عورت کے ذکر کرنے کی کیا حکمت ہے اس کے متعلق شیخ الاسلام عینی (م ۸۵۵ھ) نے لکھا ہے:

ان هذا الحديث ورد على سبب خاص وهو انه لما أمر بالهجرة من مكة إلى المدينة (زادها الله شرفاً) تخلف جماعة عنها فذمهم الله تعالى بقوله: إِنَّ الَّذِينَ تَوَقَّاهُمْ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ (۱۴)

ولم يهاجر جماعة لفقد استطاعتهم فعذرهم واستثناهم بقوله: إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ (۱۵)  
وهاجر المخلصون إليه فمدحهم في غير موضع من كتابه وكان في المهاجرين جماعة خالفت نيتهم فيه المخلصين، منهم من كانت نيته تزوج امرأة كانت بالمدينة من المهاجرين يقال لها أم قيس، وادعى ابن دحية أن اسمها قيلة، فسمى مهاجر أم قيس ولا يعرف اسمه فكان قصده بالهجرة من مكة إلى المدينة نية التزوج بها لا لقصد فضيلة الهجرة فقال النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذلك وتبين مراتب الاعمال بالنيات فلماذا خص ذكر المرأة دون سائر ما ينوي به الهجرة من أفراد الأغراض الدنيوية لاجل تبين السبب لأنها كانت اعظم اسباب فتنة الدنيا، قال النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ما تركت بعدى فتنة اضر على الرجال من النساء. (۱۶)

وذكر الدنيا معها من باب زيادة النص على السبب كما انه سئل عن طهورية ماء البحر زاد حل الميتة. (۱۷)

شرح حدیث کا شرح حدیث میں سبب حدیث سے استفادہ

و یحتمل ان یکوٰۃ ہاجر لمالہا مع نکاحہا ، و یحتمل انہ ہاجر لنکاحہا وغیرہ لتحصیل

الدنیا من جهة ما ، فعرض بها ....“ (۱۸)

علامہ عینی علیہ الرحمۃ نے تفصیل کے ساتھ حدیث کا سبب ذکر کیا ہے اور حدیث میں دنیا کے بعد عورت کا ذکر کرنے کی توجیہ بیان کی ہے اور جنہ احتمال ہو سکتے تھے ذکر کیے ہیں کیوں کہ بظاہر عام کے بعد خاص کو ذکر کرنا مناسب نہیں تھا کیوں کہ خاص عام میں داخل ہوتا ہے۔

دوسرے شارحین نے بھی اس حدیث کی شرح میں اس سبب کے تحت مختلف انداز میں ذکر الخاص بعد العام کی وجہ کو لکھا ہے۔ علامہ سیفی (۹۵۶ھ) نے اسی حدیث کے تحت لکھا ہے کہ لفظ دنیا نکرہ ہے اور وہ مثبت ہے لہذا یہ اس بات کو لازم نہیں ہے کہ عورت، دنیا میں داخل ہو۔ اس ابہام کا جواب ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”بانہا سیاق الشرط فتعم“، چوں کہ یہاں نکرہ سابق شرط میں مذکور ہے لہذا یہ عام ہے اور مرآۃ اس میں داخل ہے۔

اور کہا کہ اعتراض تو اس پر ہے جو اس بات کا قائل ہے کہ یہ عطف عام کے قبیلے سے اس اعتبار سے بھی ہے کہ خاص کا عطف عام پر ان احکام سے تعلق رکھتا ہے جو حرف عطف میں سے واو کے ساتھ خاص ہیں جیسا کہ اس پر ابن مالک نے شرح العمدة میں اور ہشام نے المغنی میں اس کی تصریح کی ہے۔

لیکن صحیح یہ ہے کہ حرف عطف ”او“ تقسیم کے لیے ہے اور حدیث مذکور میں ”مرآۃ“ کو دنیا کے مقابل ایک مستقل قسم کے طور پر ذکر کیا گیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ فتنہ کے اعتبار سے بہت سخت ہے۔

اور اگر فرض کیا جائے کہ یہ عطف الخاص علی العام کے قبیلے سے ہے تو پھر اس کو الگ ذکر کرنے میں دو نکات کی طرف اشارہ کرنے کے لیے ہوگا اور وہ دو نکات یہ ہیں کہ امرآۃ کو الگ کرنے میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ اس کے فتنہ سے بطور خاص بچنے کی کوشش کی جائے کیونکہ یہ فتنہ انگیزی میں بہت سخت اور خطرناک ثابت ہوئی ہے۔ اور دوسرا یہ کہ یہ حدیث مذکور کا سبب ہے اور سبب کی تصریح کرنا ایک خوب صورت عمل ہے۔ (۱۹)

شرح مذکور سے بہت ہی آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے کہ حدیث مذکور میں کس طرح سبب گہر تعلق رکھتا ہے کہ جب تک اس کو بیان نہ کیا جائے تو عورت کے ذکر کرنے کی توجیہ بہت مشکل ہے اور شارح نے اس کی طرف بہت ہی عمدگی کے ساتھ اشارہ کیا ہے۔

ایک دوسرے اعتبار سے دیکھا جائے تو ایک صالح عورت میں خیر کا پہلو بھی ہے جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے:

الدنیا متاعٌ و خیرٌ متاع الدنیا المرأة الصالحة (۲۰)

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ رحمت عالم ﷺ کے فرمان پر اپنے گھر بار، وطن اور اقارب کو چھوڑنے والی سیدہ ام قیس k جو کہ حدیث مذکور کا سبب ہیں وہ امرآۃ صالحہ ہیں کیوں کہ وہ صحابیہ ہیں اور یقیناً صحابی مہاجر ام قیس h کی ہجرت میں یہ خیر کا پہلو بھی موجود ہے اگرچہ اظہار میں محض تزوج کا ذکر ہے۔

شرح حدیث کا شرح حدیث میں سبب حدیث سے استفادہ

ماہی القاری (م ۱۰۱۴ھ) نے بھی اس حدیث کے سبب کو ذکر کرنے کے فوائد کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے:  
خصت بالذکر تنبیہا علی سبب الحدیث وان كانت العبرة لعموم اللفظ (غالباً) كما رواه  
الطبرانی بسند رجاله ثقات عن مسعود رضي الله عنه (۲۱)

### پانچویں مثال

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: بينما يهودي يعرض سلعة اعطى بها شيئاً كرهه، فقال: لا  
والذي اصطفى موسى على البشر فسعه رجل من الانصار فقام ولطم وجهه، وقال: تقول  
والذي اصطفى موسى على البشر والنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بین اظهرنا؛ فذهب إليه  
، فقال: ابا القاسم! إن لی ذمة وعمداً فما بال فلائ لطم وجهی؟ فقال: لم لطمت وجهه  
فذكره، فغضب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حتی رُئی فی وجهه ثم قال: لا تفضلوا بین  
الانبياء... (۲۲)

امام السيوطي عليه الرحمة (م ۹۱۱ھ) نے لکھا ہے کہ ”لا تفضلوا بین الانبياء“ یہ یا تو اس صورت پر محمول ہے جس میں  
مفضل کی تنقیص شان ہوتی ہو یا ایسی صورت جو خصوصیت و تفریق کی طرف لے جائے جیسا کہ وہ حدیث کا سبب ہے یا اس سے مراد نفس  
نبوت میں باہمی فضیلت سے ممانعت ہے۔ (۲۳)

امام السيوطي عليه الرحمة (م ۹۱۱ھ) نے اس حدیث کی شرح میں اُس کے سبب ورود سے استفادہ کرتے ہوئے انبیاء کے  
درمیان اور خصوصاً سید الانبياء ﷺ کی جملہ انبیاء علیہم السلام پر فضیلت کے جواز کو بیان کیا ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

### چھٹی مثال

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے جب مشرکین مکہ کی طرف خط لکھا اور اُس کا اظہار ہو گیا تو اس موقع پر حضرت عمرؓ نے عرض  
کیا کہ حضور! مجھے اجازت دیں تاکہ میں اس منافق کی گردن اتار کر اس کا بوجھ ہاک کر دوں تو اس موقع پر رحمت عالم ﷺ نے فرمایا:  
انه شهد بدرًا، وما يدريك لعل الله أن يكون قد اطلع على أهل بدر فقال: اعملوا ما شئتم  
فقد غفرت لكم (۲۴)

بعض شرح حدیث نے لکھا ہے کہ ”اعملوا ما شئتم فقد غفرت لكم“ میں بشارت ان گناہوں سے مغفرت کی جو بدر  
کے واقعہ سے پہلے سرزد ہوئے تھے اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ بعد میں بھی اگر گناہ سرزد ہوں گے تو وہ بھی پیٹگی معاف ہیں۔  
امام السيوطي عليه الرحمة نے اس نظریہ کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے لفظ ”اعملوا“ (جو امر کا صیغہ ہے) یہ اس نظریہ کا رد کرتا  
ہے کیوں کہ فعل امر مستقبل کے لیے ہے ماضی کے لیے موضوع نہیں ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ”قد غفرت لكم“ (جو کہ ماضی کا  
صیغہ ہے اور زمانہ ماضی پر دلالت کرتا ہے) اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ”اعملوا“ جو امر کا صیغہ ہے وہ بھی ماضی ہی کے معنی میں ہو،  
پھر ”غفرت“ کا صیغہ بھی ماضی کے لیے نہیں ہے بلکہ مستقبل میں قطعی و یقینی مغفرت پر دلالت کرنے کے لیے جیسے قرآن حکیم میں

شرح حدیث کا شرح حدیث میں سبب حدیث سے استفادہ

اس کی امثلہ موجود ہیں کقولہ تعالیٰ: اَتَىٰ اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ (۲۵) علاوہ ازیں خود حدیث کا سبب اس نظریے کے خلاف ہے کیوں کہ حدیث مذکور کا سبب یہ ہے کہ حضرت حاطب نے اس واقعے کے بعد خط لکھا اور اس پر حضرت عمرؓ نے اجازت گردن زدنی طلب کی اور آپ ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا:

وما يدريك لعل الله أن يكون قد اطلع على أهل بدر فقال: اعملوا ما شئتم فقد غفرت لكم (۲۶)

یہ حدیث کا سبب ہے اور یہی اس حدیث کی مراد ہے۔

امام السیوطی علیہ الرحمۃ نے اس حدیث کی توجیح اور مخالف نظریے کی تردید کے لیے بڑی صراحت کے ساتھ سبب حدیث استفادہ کیا ہے۔

### ساتویں مثال

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: كان بين خالد بن الوليد وبين عبد الرحمن رضي

الله عنهما شيء، فسبه خالد، فقال النبي صلى الله عليه وآله وسلم لا تسبوا اصحابي (۲۷)

امام السیوطی علیہ الرحمۃ نے اس حدیث کے تحت لکھا ہے کہ یہ خطاب صحابہ کو ہے کیوں کہ اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت خالد بن الولید اور حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ کے درمیان کچھ تنازع ہوا جس پر حضرت خالد نے اُن کو برا بھلا کہہ دیا تو حدیث مذکور میں اصحابی سے مخصوص اصحاب مراد ہیں یعنی جو قبول اسلام میں مخاطبین اصحاب سے مقدم ہیں۔

بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ حدیث میں برا بھلا کہنے والے کو بمنزلہ غیر صحابی کے اتارا گیا ہے کیوں کہ اُس سے ایسا کام سرزد ہوا جو اس کی شان کے مناسب نہ تھا، تو اس سے خطاب بھی غیر صحابی جیسا کیا گیا ہے (کچھ زبردستی کے لیے) جب کہ ملا علی القاری علیہ الرحمۃ نے کہا ہے کہ ممکن ہے کہ یہ خطاب صحابہ سے عام اور پوری اُمت کے لیے ہو اور نبی کریم ﷺ نے نور نبوت سے جان لیا ہو کہ اس کی مثل بعد کے زمانہ میں بھی واقعات ہوں گے اور اہل البدع (یعنی خوارج و روافض) صحابہ عظام علیہم الرضوان کو سب کریں گے تو اس لیے اس سے ہر ایک کو منع فرما دیا (نہ صحابی دوسرے صحابی کو اور نہ ہی غیر صحابی کسی صحابی کو برا کہے)۔ (۲۸)

یہ تفصیل لطیف بھی سبب حدیث ہی سے مستفاد ہے ورنہ حدیث کا یہ مقام مشکل الفہم ہے کہ صحابی کسی دوسرے صحابی کو برا کہے اور پھر غیر صحابی کا حکم بھی بعینہ اسی سبب ہی سے مستفاد کیا گیا ہے تو اس سے اسباب حدیث کی اہمیت و افادیت بہت واضح ہو جاتی ہے۔

### آٹھویں مثال

حدیث ”الماء من الماء“ (۲۹) کے تحت علامہ مناوی علیہ الرحمۃ (م ۱۰۳۱ھ) نے مختلف اقوال نقل کیے ہیں کہ بغیر

انزال کے مباشر پر غسل واجب ہے یا نہیں ہے؟

بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان اور فقہاء علیہم الرحمۃ نے مطلقاً وجوب غسل کا قول کیا ہے چاہے انزال ہو یا نہ ہو جب کہ بعض فقہاء نے بغیر انزال کے غسل کے عدم وجوب کا حکم بیان کیا ہے اور مطلقاً وجوب کے قائلین نے بلا انزال غسل کے عدم وجوب کے

شرح حدیث کا شرح حدیث میں سبب حدیث سے استفادہ

حکم کو منسوخ قرار دیا ہے۔

اور تیسرا قول جو حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے وہ یہ ہے کہ حدیث سے مراد سونے کی حالت میں احتلام اور عدم انزال ہے یعنی ایسی صورت میں غسل واجب نہ ہوگا اگر انزال نہ ہو تو لیکن سبب حدیث اس کی تائید نہیں کرتا کیوں کہ اس کا سبب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا گیا کہ اگر ایک آدمی اپنی عورت سے مباشر ہو لیکن بلا انزال منی اُٹھ کھڑا ہو تو اس پر کیا واجب ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: الماء من الماء (۳۰)

علامہ مناوی علیہ الرحمۃ نے حضرت ابن عباسؓ کے قول کی تردید کو سبب حدیث سے نقل کیا ہے بلکہ اس قول کی اُن کی طرف نسبت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

### نویں مثال

حدیث ”الا ادلك على جهاد لا شوكة فيه حج البيت“ (۳۱) علامہ مناوی علیہ الرحمۃ نے صاحب الجامع الصغیر کی طرف نسبت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مؤلف نے ضمیر ”ادلك“ کو مؤنث ظاہر کیا ہے اور بالکسر کی توضیح کی ہے اور مؤنث سے مراد سیدہ شفاءؓ ہیں جب کہ سبب حدیث اس ضمیر سے سیدہ شفاءؓ مراد لینے اور ضمیر کے مؤنث ہونے کی تردید کرتا ہے کیوں کہ اس کا سبب یہ ہے کہ سیدہ شفاءؓ نے بیان کیا کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں اللہ کی راہ میں جہاد کرنا چاہتا ہوں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

الا ادلك على جهاد لا شوكة فيه حج البيت (۳۲)

علامہ مناوی علیہ الرحمۃ نے حدیث میں اعراب کی تصحیح سبب ورود کی مدد سے کی ہے اور مؤلف نے جو ارجاع ضمیر میں خطا کی تھی اس کا رد بھی سبب ہی کے ذریعے کیا ہے جس سے سبب حدیث کی معرفت کی اہمیت و افادیت اس اعتبار اور اس ضرورت سے بھی بڑھ جاتی ہے اس لیے دیگر شارحین حدیث کی طرح متعدد مقامات میں انہوں نے سبب سے استفادہ کیا ہے۔

### دسویں مثال

عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: اذا استيقظ احدکم من منامہ فلا يدخل یدہ فی

الاناء حتی يغسلها ثلاث مرات فانہ لا یدری این باتت یدہ أو این طافت یدہ... (۳۳)

قاضی الشوکانی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ اس میں لوگوں کا اختلاف ہے، مؤید باللہ ابوطالب، متصور باللہ ایک قول میں ہادی شوافع اور احناف کے نزدیک یہ ہاتھوں کا دھونا واجب نہیں ہے مسنون ہے۔ (جب کہ بعض کے نزدیک واجب ہے)۔ اس کا سبب ورود یہ ہے کہ اہل حجاز پتھر وغیرہ سے استنجاء کرتے تھے، اور اُن کے علاقے گرم تھے تو یہ لوگ جب سوتے اور پسینے سے شرابور بھی ہوتے تو سونے کی حالت میں مقامِ نجس پہ ہاتھ کا لگ جانا ممکن تھا اس لیے یہ حکم دیا گیا۔ قاضی الشوکانی نے لکھا ہے کہ جب حدیث مذکور میں حکم کا سبب یہ ہے تو اب بہر صورت وضوء سے پہلے ہاتھوں کے دھونے کو واجب قرار دینا مناسب نہیں ہے۔ اور اگر یہ اعتراض ہو کہ اس صورت میں تو حکم کا سبب پر بند کرنا لازم آئے گا اور یہ مرجوح قول ہے (یعنی کسی حکم کو سبب پر بند کرنا اور اس کے

شرح حدیث کا شرح حدیث میں سبب حدیث سے استفادہ

ساتھ خاص کرنا)۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات مسلم ہے کہ حکم سبب پر منحصر نہیں ہوتا لیکن حدیث مذکور میں نیند سے بیدار ہونے والا عام ہے چاہے وہ رات کی نیند سے بیدار ہو یا مطلق نیند سے تو وہ دعویٰ سے انحصار ہے۔ یعنی ہاتھوں کا وضوء سے پہلے مطلقاً دھونا عام ہے جب کہ حدیث میں حکم صرف نیند سے بیدار ہونے پر ہاتھوں کا دھونا نسبتاً خاص ہے اس لیے اعتراض میں جو استدلال ہے وہ صحیح نہیں ہے اور جمہور مطلقاً ہر وضوء سے پہلے ہاتھوں کے دھونے کے مسنون ہونے اور اس کے احادیث صحیحہ سے ثابت ہونے کے منکر نہیں ہیں۔ (۳۴)

اس میں غور کیا جائے تو مسئلہ بالکل واضح ہو جاتا ہے شارح نے مطلقاً وضوء سے قبل ہاتھوں کے دھونے کا ثبوت حدیث اور اس کے سبب کی مدد سے پیش کیا ہے۔ چاہے سونے سے اٹھنے کے بعد وضوء کیا جائے یا بغیر سونے وضوء کی جانب ہو۔ اس طرح جمہور کے مذہب پر وارد ہونے والے اعتراض کا ازالہ کرنے کا ارادہ ہو اس کے سبب کی مدد سے کیا ہے۔ اور اس لیے سبب حدیث کو پہلے بیان کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ شارح سبب حدیث کی اہمیت و ضرورت اور افادیت سے پوری طرح بصیرت پر ہیں۔

تلك عشرة كاملة لمن يريد وقوفاً على حظوارة السبب لفهم الحديث واقد الاحكام منه به

## حوالہ جات

- ۱۔ ابن حجر العسقلانی، ابوالفضل احمد بن علی، نزہۃ النظر فی توضیح نخبة الفكر فی مصطلح أهل الأثر، الریاض، مطبعة سفیر، ۱۴۲۱ھ، ص ۲۸۰
- ۲۔ القشیری، مسلم بن الحجاج (۲۶۱ھ) الجامع الصحیح، کتاب الصلاة، باب تقدیم الجماعة، بیروت: دار احیاء التراث، رقم: ۴۲۱
- ۳۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الامام، (۲۵۶ھ) الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب، تفسیر المشبهات، وارطوق النجاة، ۱۴۲۲ھ
- ۴۔ العراقی، عبدالرحیم بن الحسین (۸۰۶ھ) طرح التثريب فی شرح التقریب، بیروت: دار احیاء التراث العربی، ج ۲، ص ۲۴۳
- ۵۔ القسطلانی، احمد بن محمد (۹۲۳ھ) ارشاد الساری شرح صحیح البخاری، مصر: المطبعة الکبریٰ الامیریہ، ۱۳۲۳ھ، ج ۲، ص ۴۷
- ۶۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب ابواب صلاة الجماعة والامامة باب وجوب صلاة الجماعة، رقم الحدیث: ۶۴۴
- ۷۔ ابن حجر، فتح الباری شرح صحیح البخاری، بیروت: دار المعرفۃ، ۱۳۷۹ھ، ج ۱، ص ۵۷
- ۸۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الصیام، باب الوصال، ومن قال لیس فی اللیل صیام، رقم الحدیث: ۱۹۶۱م
- القشیری، الجامع الصحیح، کتاب الصیام، باب النهی عن الوصال، رقم الحدیث: ۱۱۰۲
- ۹۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الصیام، باب بركة السحور من غیر ايجاب، رقم الحدیث: ۱۹۲۲م
- ۱۰۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الصیام، باب الوصال، رقم الحدیث: ۱۹۶۳م
- ۱۱۔ ابن حجر، فتح الباری، ج ۲، ص ۲۰۳
- ۱۲۔ ابن حجر، فتح الباری، ج ۲، ص ۲۰۲-۲۰۳
- ۱۳۔ البخاری، الجامع الصحیح، باب کیف کان بدء الوحی، رقم: ۱
- ۱۴۔ النساء: ۹۷

